حلال وحرام سے متعلق ریاست کی ذمہ داری

مفتی شعیب عالم

(پہلی قسط)

پی ایس کیو سی اے (PSQCA) اور پیپک (PNAC) وزارتِ سائنس وٹیکنالوجی کے ذیلی ادارے ہیں۔ اول الذکر اشیاء کے لیے معیارات وضع کرکے ان پر عمل درآمد کراتا ہے، جب کہ مؤخر الذکر ملکی اور عالمی معیارات کی روشنی میں ادارہ جات مثلاً لیبارٹریوں اور انسپکشن باڈیوں کی اہلیت جانچتا ہے۔ مصنوعات کے حلال وحرام ہونے کے حوالے سے ان اداروں کے لیے شرعی رہنما خطوط کیا ہوں گے اس سلسلے میں وزارت سائنس نے حلال تصدیقی ادارے سنہا ’’S . A . N . H . A‘‘ کے تعاون سے ایک روزہ تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا تھا۔ زیرنظر مضمون اس موقع پر کی گئی ایک تقریر ہے جو وزارت سائنس کی مرکزی عمارت اسلام آباد میں کی گئی۔ شرکاء میں وزارت کے ذیلی اداروں سمیت بعض دیگر ریاستی اداروں کے نمائندہ افراد بھی شریک تھے۔

الحمد للّٰہ و کفٰی وسلامٌ علٰی عبادہِ الذین اصطفٰی، أما بعد: فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ’’الَّذِينَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ۔‘‘ (الحج:۴۱)

شریعت اور ریاست کا تعلق

قرآن کریم بنی اسرائیل پر اپنے احسانات جتلاتے ہوئے فرماتا ہے:

’’يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ۔‘‘ (البقرۃ:۴۷)

آیت شریفہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کون سی نعمت ہے جو اُن کو یاد دلائی جارہی ہے، لیکن سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت کے ساتھ سورۂ مائدہ کی آیت کو ملا کر پڑھیں تو بات صاف ہوجاتی ہے، چنانچہ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے:

’’وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَّآتَاكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ۔‘‘ (المائدۃ:۲۰)

معلوم ہوا کہ نعمت سے مراد نبوت ورسالت اور بادشاہت وریاست ہے۔ غور کریں تو واقعی یہ دونوں عظیم نعمتیں ہیں اور اس قابل ہیں کہ بطور احسان ان کا تذکرہ کیا جائے، کیونکہ دینی اور روحانی نعمتوں کا منتہا نبوت ہے اور دنیوی نعمتوں کا نقطۂ عروج ریاست ہے اور ان دونوں کے اندر تمام دینی اور دنیوی نعمتیں سمٹ کر جمع ہو جاتی ہیں۔

جس ریاست کا حق تعالیٰ شانہٗ نے احسان جتلایا ہے اس سے مراد وہ ریاست نہیں جو سیاسیات کی کتابوں میں ملتی ہے اور جس کو فیثا غورث، افلاطون، سقراط وبقراط یا ارسطو نے بیان کیا ہے، وہ بھی نہیں جو ہیگل، اینجلز، ریکارڈو، اسمتھ، کانٹ، بینتھم، روسو، میکاوَلی، کوتلیہ چانکیہ یا لیکاک بیان کرتا ہے، بلکہ ایک ایسی ریاست مراد ہے جہاں حکم الٰہی کی بالادستی اور شریعت کی حکمرانی ہو، کیونکہ اگر ریاست شرعی نہ ہو بلکہ لادین، جابرانہ یا ظالمانہ ہو تو اس کا ذکر بطور احسان کے کیوں کیا جائے؟

ریاست کیا ہے؟ اور اس کے بارے میں قدیم وجدید مفکرین کیا کہتے ہیں؟ اور موجودہ مفکرین کس نظریے پر متفق ہیں؟ ہمیں ان تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ ہمارا مقصد ان کے نظریات کو معیار بنا کر قرآن کریم کو جانچنا نہیں، بلکہ قرآن کی بنیاد پر اپنے نظریات کی عمارت استوار کرنا ہے۔

ریاست اگر شرعی ہو تو وہ شریعت سے الگ اور جدا کوئی چیز نہیں، بلکہ اس کا عکس اور پرتو ہے۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''ریاست ظل رسالت ہے اور امام رسول کا نائب ہے۔'' اصل اور عکس میں تضاد نہیں بلکہ اتحاد ہوتا ہے اور اگر تباین وتخالف ہو تو عکس عکس نہیں رہتا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ''اسلام ایک ایسی ریاست ہے جو ہمہ تن دین ہے اور ایسا دین ہے جو سراپا ریاست ہے۔''

حقیقت یہی ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ریاست کا وجوب ہی شریعت کی بدولت ہے اور اس پر مسلمان مفکرین کا اتفاق ہے۔ امام ابو حامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ریاست کی بنیاد شریعت ہے، وہ اس پر کچھ عقلی ونقلی دلائل کا اضافہ بھی کرتے ہیں، مثلاً رسول ﷺ کا منشأ ہے کہ اسلام کا باضابطہ قیام ہو۔ محقق طوسی کے نزدیک تو ریاست شریعت کا ہی ایک مذہبی ادارہ ہے اور دین اسلام کی حیثیت ریاست کے لیے ایک ناظم کی ہے۔ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ جو بلند پایہ اسلامی سیاسی مفکر سمجھے جاتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ ریاست کی اولین ذمہ داری مذہبی اصولوں کا دفاع وتحفظ ہے۔ سیاسی مفکرین کے علاوہ شریعت کے رمز شناس فقہاء بھی اس بات پر ہم زبان ہیں کہ ''**نصب الإمام واجب بالإجماع**۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے خلافت کے مسئلے کو طے کیا تھا۔ حدیث تو یہاں تک کہتی ہے کہ تین بندے ہوں تو اپنا ایک امام بنالیں۔ اگر تین افراد کو یہ حکم ہے تو قوم، ملک اور معاشرے کو بطریق اولیٰ ہے۔

آج کل کو جو فکر پروان چڑھ رہی ہے وہ یہ ہے کہ ریاست اور مذہب دو الگ الگ چیزیں ہیں

www.banuri.edu.pk

اور ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، یہ مغربی فکر ہے جس کی بنیاد اس پر فلسفہ پر ہے کہ جو قیصر کا حق ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا حق ہے وہ خدا کو دو۔

شریعت ریاست سے مقدم ہے

اگر چہ ریاست اور شریعت لازم وملزوم ہیں اور ان میں جسم اور روح کا تعلق ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کو باضابطہ قیام کے لیے ریاست کی ضرورت ہے اور بے شمار شرعی احکام کی تعمیل ریاست کے وجود پر موقوف ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ اسلام کا ظہور غلبہ کے لیے ہے: ''لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ''اس غلبے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ مسلم قوم غیر مسلم اقوام پر اور ان کی ریاست غیر اسلامی ریاستوں پر حاوی ہو، مگر ان سب کے باوجود اگر ریاست نہ ہو یا ریاست ہو، مگر دینی احکام کی تعمیل نہ کرتی ہو تو میری اور آپ کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی، کیونکہ نہ تو شریعت کا وجود ریاست پر موقوف ہے اور نہ ہی ریاست کو شریعت پر کوئی تقدم یا فضیلت حاصل ہے۔ شریعت پہلے ہے اور ریاست بعد میں ہے۔ کائنات کے اولین انسان کے نزول کے ساتھ ہی شریعت بھی اتر گئی تھی، مگر ریاست کا وجود نہ تھا۔ ریاست کا ذکر تو قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں ملتا ہے۔ مکہ میں ریاست نہیں تھی، مگر شریعت اتر رہی تھی، باقاعدہ اور باضابطہ اسلامی ریاست کا اظہار تو ہجرت کے بعد ہوا ہے۔ اسی طرح اگر ایک مسلمان اسلامی ریاست کی حدودِ ارضی سے باہر چلا جاتا ہے جہاں ریاست کی عمل داری نہ ہو تو وہ پھر بھی بقدرِ امکان شریعت کا مکلّف رہتا ہے۔

اسلام اور حلال وحرام

حلال وحرام اسلام کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں۔ یہ اسلام کی دوسری تعبیر ہے اور دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو اس کے زیر اثر نہ آتا ہو۔ اسلام کی کوئی سی بھی تقسیم لے لیں حرام وحلال کا تعلق نمایاں نظر آئے گا، چاہے وہ تقسیم اس طرح ہو کہ دین حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مجموعہ ہے یا اس طرح ہو کہ دین اسلام مأمورات اور منہیات کا مجموعہ ہے یا اس طرح ہو کہ اسلام عقائد، عبادات، مناکحات، معاملات، معاشرت اور جنایات یعنی حدود وقصاص کا نام ہے۔ ان سب میں حلال وحرام کا تعلق واضح نظر آتا ہے۔

عقائد میں حرام ہو تو اس کو کفر وشرک کہتے ہیں، عبادات میں حرام آتا ہے تو وہ باطل اور مردود ہو جاتی ہے، معاملات میں حرام سے معاملہ فاسد اور کمائی خبیث اور فریقین گناہ گار ہو جاتے ہیں اور معاشرت میں حرام کا ارتکاب گناہِ کبیرہ ہے۔

حلال وحرام کی حساسیت ونزاکت

حلال حرام کا مسئلہ جتنا اہم اور ضروری ہے اتنا حساس اور نازک بھی ہے۔ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کی اتھارٹی نہ میرے پاس، نہ آپ کے پاس، نہ کسی وزارت اور مملکت کے پاس اور نہ ہی

کسی ولی، قطب، غوث اور ابدال کے پاس اور نہ ہی کسی تابعی، تبع تابعی یا صحابیؓ کے پاس، یہاں تک کہ پیغمبر دوجہاں امام الانبیاء ﷺ کے پاس بھی یہ اتھارٹی نہیں ہے۔ سورۂ تحریم کی ابتدائی آیت اس طرح ہے: ''یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ۔'' (التحریم:۱)..... ترجمہ: ''اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔''

سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! اللہ نے تمہارے لیے جو پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام قرار نہ دو، اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقین جانو کہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور جس اللہ پر تم ایمان رکھتے ہو اس سے ڈرتے رہو۔ (المائدۃ:۸۷،۸۸)

سورۂ نحل میں ہے:

''اور جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹی باتیں بناتی ہیں، ان کے بارے میں یہ مت کہا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھوگے۔ یقین جانو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، وہ فلاح نہیں پاتے۔'' (النحل:۱۱۶)

اب اگر کوئی پروڈکٹ شرعاً حرام کے دائرہ میں نہیں آتی ہے اور کسی نے محض کوالٹی کنٹرول یا حفظانِ صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی کی وجہ سے اسے حرام کہہ دیا، جب کہ وہ پروڈکٹ حرام کے زمرے میں نہ آتی ہو تو اس نے خدائی منصب سنبھال لیا یا کوئی شئے حلال تھی، مگر کسی دنیوی مصلحت سے اسے حرام کہہ دیا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار کو استعمال کرلیا۔ بعض لوگ احتیاطاً کسی چیز کو حرام کہہ دیتے ہیں، حالانکہ وہ اصل میں حلال ہوتی ہے، یہ رویہ بھی ازروئے شرع درست نہیں، کیونکہ احتیاط کسی چیز کو حرام قرار دینے میں نہیں، بلکہ ''اصل'' پر عمل کرنے میں ہے اور اصل گوشت وغیرہ چند اشیاء کو چھوڑ کر اباحت ہے۔

ایصالِ ثواب کی درخواست

حضرت مولانا فضل حق صاحب مدظلہٗ ناظم ماہنامہ ''بینات'' کے چھوٹے بھائی حاجی نذیر احمد ولد عبدالملیک سکھیرا مرحوم ۱۹؍نومبر ۲۰۱۵ء مطابق ۶؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ بروز جمعرات عرصہ دو سال تک کینسر کے مرض میں علیل رہنے کے بعد تقریباً ۵۵ سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اَللّٰهم اغفرلهٗ وارحمه واعف عنه۔

مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، عرصہ دراز مدینہ منورہ میں سکونت پذیر رہے۔ پسماندگان میں چار بیٹے، ایک بیٹی اور ایک بیوہ چھوڑے ہیں۔ قارئین ''بینات'' سے مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی خصوصی درخواست ہے۔